السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

شریعت میں جو عشر مقرر ہے آیا وہ سرکاری مالیہ کاٹ کر ادا کیا جائے یا مالیہ سرکاری اس میں شمار کیا جائے؟ جواب مدلل قرآن وحدیث سے ہو۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

مالیہ سرکاری دو طرح کا ہے ایک زمین کا، ایک پانی کا، زمین کا مالیہ کاٹ کر عشر دے، پانی کا مالیہ کاٹنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ سے بجائے دسویں حصے کے بیسواں حصہ دے، کیونکہ نہر کا پانی قیمتاً آیا ہے، گویا ایسا ہوگیا جیسے کنویں کا پانی۔ کاٹنے کی صورت یہ ہے کہ زمین کا تمام غلہ اگر نصاب کو پہنچ جائے تو اس سے پہلے اتنے دانے الگ کر لیے جائیں جتنوں سے یہ مالیہ پورا ہو جائے اس کے بعد عشر نکالا جائے۔ حدیث میں ہے:

"عن عائشہ رضی اللہ عنہ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ((ما خالطت الزکاة مالا الا اہلکتہ))"

(رواہ الشافعی مشکوة ص: 149)

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس مال میں زکوة خلط ملط ہو جائے تو وہ (زکوة) اس کو تباہ کر دیتی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوة کا تعلق مال سے ہے اور قرآن مجید میں بھی ہے کہ پکنے کے دن کھیتی کا حق دو۔[1]

اس آیت میں عشر کھیتی کا حق کہا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عشر کا تعلق کھیتی سے ہے، پس جتنی کھیتی اس کے قبضہ میں ہے، اسی کی زکوة اس کے ذمہ ہوگی، جتنی مالیے میں گئی، وہ اس کے قبضہ میں نہیں، اس لیے اس کی زکوة اسکے ذمہ نہیں پڑے گی، اس کی مثال یوں ہے کہ ایک شخص کے پاس سو روپیہ ہے ان سے پچاس چوری چلے گئے تو وہ باقی پچاس کی زکوة دے گا نہ کہ سو کی۔ یہی فتویٰ عبداللہ صاحب روپڑی کا لکھا ہوا ہے۔[2]

---

[1]۔ دیکھیں (سورۃ الانعام آیت۔ 141)

[2]۔ دیکھیں ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث (18/7) فتاویٰ علمائے حدیث (7/141)

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

مجموعہ فتاویٰ عبداللہ غازی پوری

کتاب الزکاة والصدقات، صفحہ: 356

محدث فتویٰ